UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochirs-v1i1522017

سامی مذاہب میں سیاست کا تصور

The Concept of Politics in Semetic Religions

DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

سمیع اللہ *

محمد جمشید **

Abstract:
There is a thought pattern rampant in the west that there is no concept of politics in Divine Religions and this thought is continuously been propagated and given strength. Politics and religion are two different things and this view has seriously kept apart from religion and politics for centuries distorting the role of religion. Consequently this misconception has opened the doors for oppression and exploitation. It is therefore, necessary to dismiss this misconception and set the records straight. The purpose of this article is to present the right concept of politics in divine religions. The article further explains the relation between religion and politics in the light of Qur'ān and Sunn'ah.

Keywords: *Qur'ān, Politics, Ibn e Khuldūn, Semetic, Christinity*

تعارفِ موضوع

قرآن کریم کی تصریحات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور علمائے کرام کے فرمودات اس حقیقت کے شاہد عدل ہیں کہ تمام آسمانی رسالتوں کی اساس، اصل اور غرض ایک ہے۔ باقی تشریعات در حقیقت مذکورہ غرض وغایت کے لئے وسائل ہیں اور ان تمام تشریعات سے خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، مقصود لوگوں کی اصلاح ہے۔ جس طرح یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا ہدف ایک ہے، اسی طرح یہ حقیقت حتمی بن جاتی ہے کہ ہر دعوت خواہ شرعی و دینی ہو یا وضعی و دنیوی ہو, اس کے لئے ایسی قوت لازمی ہے، جس سے دعوت مضبوط ہو اور اس کے نتیجے میں روئے زمین پر خیر اور عدل کی فضا قائم ہو اور خطرات ختم ہوں۔

اسی حقیقت کے پیش نظر علامہ ماوردیؒ نے اپنی کتاب "تسهيل النظر" میں ایک مستقل عنوان "الدفع عن الدين بالملك" (یعنی حکومت کے ذریعے دین کا دفاع) قائم کیا ہے اور اس عنوان کے تحت حکیم روم کا ایک

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

** ایم فل سکالر، یونیورسٹی آف بنوں، خیبر پختونخوا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

قول نقل کیا ہے۔ سکندر کو حکیم روم نے نے کہا تھا کہ: ''ادفع عن دينك بملكك، ولا تدفع بدينك عن ملك''[1] یعنی اپنی حکومت سے اپنے دین کا دفاع کرو اور اپنے دین سے اپنی حکومت کا دفاع نہ کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس حقیقت کو ایک دوسرے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

''صير الدين حصن دولتك، والشكر حرز نعمتك، فكل دولة يحوطها الدين لا تغلب وكل نعمة يحرزها الشكر لاتسلب''[2]

(ترجمہ): دین کو اپنی حکومت کا قلعہ بنا، شکر کو اپنی نعمت کا حصار بنا، اس لئے کہ جس حکومت کو دین نے گھیرا ہو وہ مغلوب نہ ہو گی اور جس نعمت کی حفاظت شکر کرتی ہو، وہ زائل نہ ہو گی۔

مذکورہ بالا دونوں عبارتیں کس قدر واضح انداز میں دین اور حکومت کے تعلق کو واضح کر رہی ہیں۔ اسی بناء پر علامہ عبدالغفارؒ نے لکھا ہے:

''من الضروری لأی دين من الأديان أن تكون له دعوة تدعوا باسمه وتحمی حماه''[3]

(ترجمہ): ہر دین کے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے حکومت ہو جو اس دین کے نام پر ہو اور اس کی حفاظت کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین اور حکومت کے درمیان گہرا تعلق ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج تو دین ہوں لیکن حدود و قصاص کی تنفید اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین سے خارج فقط سیاسی امور ہوں۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ ہمیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جس طرح نماز، روزہ، زکوۃ، حج دین ہیں، اسی طرح حدود اللہ کی تنفیذ بھی دین ہے، جس طرح نماز، روزہ، زکوۃ، حج اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اسی رح حدود و قصاص کا نفاذ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احکام میں سے ہیں اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر آدھے قرآن پر عمل ہو گا اور آدھا قرآن بلا عمل کے رہ جائے گا، اسی طرح احادیث مبارکہ کا آدھا ذخیرہ معمول بھا ہو گا جب کہ آدھا ذخیرہ یوں ہی پڑا رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ:

''الدين والسياسة توأمان لاينفصلان عن بعضها ليس فی السلام فقط وانما فی كل الأديان والرسالات السماوية''۔[4]

(ترجمہ): دین و سیاست دو جڑواں بھائی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں، اور ایسا صرف اسلام میں نہیں بلکہ تمام ادیان سماویہ میں ہے۔

سیاست کا مفہوم

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

سامی مذاہب میں سیاست کے تصور سے کماحقہ واقفیت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے، جب نفس سیاست کا مفہوم اور شرعی نقطہ نگاہ سے اس کی اہمیت واضح ہو جائے۔

سیاست کی لغوی تعریف:

سیاست عربی زبان کا لفظ ہے جو قال یقول کے وزن پر نصر ینصر سے مصدر کا صیغہ ہے یعنی ساس یسوس سوسا وسیاسة، مختلف اہل لغت نے اپنی اپنی نقطہ نظر سے اس کے مختلف معانی ذکر کئے ہیں جن کا مآل تقریباً ایک ہی ہے۔

المعجم الوسیط کی رو سے ”ساس الناس سیاسة تولی ریاستهم وقیادتهم“[5] اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص لوگوں کی سیاست کرے، یعنی ان کا سربراہ اور قائد ہو گیا مطلب یہ کہ ان کی سربراہی اور قیادت کا متولی ہو گیا۔

خالد بن علی العنبری اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

”تدبیر الأمور والقیام بإصلاحها یقال ساس الأمر سیاسة ای قام به“.[6]

صاحب منجد نے اس کا معنی دو طریقوں سے بیان کیا ہے:

الف: ”السیاسة: استصلاح الخلق بإرشدهم إلی الطریق المنجی فی العاجل اوالآجل“.[7]

ب: ”فن الحکم وإدارة الدولة الداخلیة والخارجیة ومنها السیاسة الداخلیة والخارجیة“.[8]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

”کان له (للزبیر) فرس کنت أسوسه (ای أرعاه وأقوم بشؤونه) ولم یکن شئ من الخدمة أشد علی من سیاسة الفرس“.[9]

(ترجمہ): اس کے لئے (حضرت زبیرؓ) کے لئے ایک الگ گھوڑا تھا جس کی تدبیر (یعنی اس کا پالنا اور اس کے مربوط امور کا انتظام) میری ذمہ داری تھی۔ مجھ پر خدمت میں سخت اور مشکل کام گھوڑے کے مربوط امور کی تدبیر وانتظام تھی۔

اردو زبان میں اس کے لغوی معنی علامہ وحید الزمان کیرانویؒ نے کئی ایک طریقوں سے کی ہے:

(۱) ملکی معاملت کی تدبیر وانتظام (۲) معاملات کی نگہداشت (۳) حکمت عملی، تدبیر (۴) پالیسی وڈپلومیسی (۵) اصول جہاں بانی، اصول حکمرانی۔[10]

سیاست کا مفہوم اصطلاح وشریعت میں

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

جس طرح سیاست کے لغوی معنی میں اہل لغت کی آراء مختلف ہیں، لیکن مآل سب کا ایک ہے، اسی طرح سیاست کے شرعی معنی میں بھی علماء کی آراء اور ان کے الفاظ مختلف ہیں لیکن مآل تقریباً سب کا ایک ہی ہے، ان میں سے چند اہم تعریفات ذیل کی سطور میں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ **امام محمد بن محمد الغزالیؒ کی تعریف**

''استصلاح الخلق وإرشادهم إلى الطريق المستقيم المنجى فى الدنيا والآخرة''۔[11]

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ کے مخلوق کی اصلاح اور ایسے سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی جو دنیا و آخرت میں نجات دلانے والی ہو، کا نام سیاست ہے۔

۲۔ **علامہ ابن خلدون کی تعریف**

عبدالرحمن ابن خلدون لکھتے ہیں:

''هي كفالة للخلق وخلافة الله فى العباد لتنفيذ أحكامه فيهم''.[12]

(ترجمہ): سیاست لوگوں کی ضروریات اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تنفیذ کے لئے اللہ تعالیٰ کی خلافت کا نام ہے۔

۳۔ **امام راغبؒ کی تعریف**

''عمارة الأرض تننفيذ أحكام الله تعالىٰ مكارم الاخلاق''.[13]

(ترجمہ): زمین کی آبادی، اللہ تعالیٰ کے احکام کی تنفیذ اور اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے کا نام سیاست ہے۔

۴۔ **شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ کی تعریف**

شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ سیاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''هى الحكمة الباحثة عن كيفية حفظ الرابط الواقع بين المدينة''.[14]

(ترجمہ): سیاست اس حکمت سے عبارت ہے جو ایک شہر کے افراد کے مابین تعلق استوار رکھنے کی کیفیت سے بحث کرتی ہے۔

۵۔ **علامہ عبدالرحمٰن تاج کی تعریف**

''هى الأحكام التى تنظم بها مرافق الدولة وتدبير شؤون الأمة مع مراعاة أن تكون متفقة مع روح الشريعة نازلة على أصولها الكلية محققة أعرافها الاجتماعية ولو لم يدل عليه شئ من النصوص التفصيلية الجزئية الواردة فى الكتاب والسنة''.[15]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

(ترجمہ): سیاست نام ہے ان احکام کا جن سے ملک کے منافع اور امت کے کاموں کی تدابیر بنتی ہیں، شریعت کی روح سے متفق ہونے کی رعایت کرنے کے ساتھ اور شریعت کی کلی اصولوں کے ساتھ برابر ہونے کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ ان سے ان کے اجتماعی اغراض ثابت ہوں گے اگرچہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جزئی تفصیل موجود نہ ہو۔

٦۔ شمس الحق افغانیؒ کی تعریف

شمس الحق افغانیؒ انتہائی آسان اور عام فہم الفاظ میں سیاست کی تعریف کرتے ہیں:

"ھوالنظام المحافظ لحقوق الالھیة والبشرية"[16]

سیاست اللہ تعالیٰ کے حقوق اور انسانوں کے حقوق کے محافظ نظام کا نام ہے۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے محافظ نظام کو سیاست کہا جاتا ہے۔

سیاست کی مذکورہ بالا تعریفات علماء امت کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں لیکن فقہائے امت بھی اس باب میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔

فقہاء کے نزدیک لفظ سیاست دو معانی میں مستعمل ہے: معنی خاص اور معنی عام، سیاست کے معنی خاص میں فقہاء کا اختلاف ہے، لیکن معنی عام میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

الف: سیاست کا معنی خاص

سیاست کے معنی خاص کا مترادف "تعزیر" ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ کی اس عبارت سے واضح ہے:

"والظاهر أن السياسة والتعزير مترادفان ولذا عطفوا أحدهما على الآخر لبيان التفسير".[17]

(ترجمہ): اور ظاہر بات ہے کہ سیاست اور تعزیر الفاظ مترادفہ ہیں اور اسی وجہ سے علماء ایک کو دوسرے پر بیان تفسیر کے لئے عطف کرتے ہیں۔

پس جب سیاست اور تعزیر فقہاء کے نزدیک الفاظ مترادفہ ہیں تو ان کی عبارات سے سیاست کی تعریف آسانی کے ساتھ اخذ کی جا سکتی ہے چنانچہ چند ایک فقہاء کی آراء اور ان کا نقطہ نظر ذیل کی سطور میں بیان کیا جاتا ہے۔

ا۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ کا نقطہ نظر

علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

"ھي فعل شئ من الحاكم لمصلحة يراها وإن لم يرد بذلك الفعل دليل جزئي".[18]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

(ترجمہ): سیاست حاکم کا کسی چیز کے بارے میں عمل اور فعل کا نام ہے جو کسی مصلحت کے پیش نظر ہو اگرچہ حاکم کے اس فعل پر دلیل جزئی وارد نہ ہوئی ہو۔

۲۔ محمد بن احمد الخطیب کا نقطہ نظر

محمد بن احمد الخطیب زانی کی سزا کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’يتعين التفريب إلى حيث يراه الإمام وما يقتضيه المصلحة‘‘.[19]

(ترجمہ): زانی کو وطن چھوڑنے کی سزا دی جائے گی اور اس کو امام وقت اور خلیفہ وقت کی رائے کے مطابق اور عام مصلحت کے مقتضی کی بناء پر علاقہ بدر کیا جائے گا۔

۳۔ علامہ ابن قیم کا نقطہ نظر

’’هي ماكان فعلاً يكون معه الناس أقرب إلى الصلاح وأبعد من الفساد وإن لم يصنعه الرسول ولانزل به وحى‘‘.[20]

(ترجمہ): سیاست (تعزیر) (حاکم وقت) کا وہ فعل ہے، جس کے نتیجے میں لوگ اصلاح کے قریب اور فساد سے دور ہو جاتے ہیں اگرچہ یہ فعل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وضع کیا گیا ہو اور نہ ہی اس کے متعلق وحی کا نزول ہوا ہو۔

ب۔ سیاست کا معنی عام

سیاست بمعنی خاص میں فقہاء کا اختلاف ہے لیکن سیاست کے معنی عام میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ باتفاق فقہاء سیاست بمعنی عام ’’تمام احکام شرعیہ‘‘ سے عبارت ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

’’وهذا التعريف للسياسة العامة الصادقة على جمع ما شرعه الله تعالىٰ لعباده من الأحكام الشرعية‘‘.[21]

(ترجمہ): اور یہ تعریف اس سیاست عامہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام شرعی احکام پر صادق آتی ہے (وہ احکام) جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں (کے مصالح) کے لئے مقرر کئے ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر سیاست کا اطلاق ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے مخلوق کی کامل اصلاح ہوتی ہے۔

یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا عبارات سے سیاست شرعیہ کی وضاحت صراحۃً ہو گئی اور اشارۃً اس کے معتبر ہونے کی شرائط بھی معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ نہ تو وہ شریعت سے متصادم ہوں اور نہ ہی شریعت کی کسی تفصیلی دلیل کے ساتھ متناقض ہوں بلکہ شریعت کے قواعد کلیہ اور اساسی مبادی پر تکیہ کئے ہوئے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

ہوں اور مقصود ان سے جب منفعت اور دفع مضرت ہو۔ باقی رہی سیاست وضعی تو اس کی تعریف علامہ ابن قیمؒ نے یوں بیان فرمائی ہے:

"فإنها قوانين وأحكام مستمدة من العرف والعادة أو من مختلف التجارب والأوضاع المتوارثة من غير أن يراعى فيها ارتباطها بالوحى السماوى أو اعتمادها على مصادر التشريعى الإسلامى بل وضعها الناس لتدبير شؤون أممهم والسير بها حسب آرائهم ومذاهبهم ومعتقداتهم الفاسدة". [22]

(ترجمہ): پس سیاست وضعیہ وہ قوانین اور احکام ہیں، جو عرف وعادت یا مختلف تجربوں اور باقی ماندہ اوضاع سے مستفاد ہوں، بغیر وحی سماوی کے اور اسلامی تشریع کے مصادر کے لحاظ کے، بلکہ لوگوں نے ان کی وضع امت کے کاموں کی برابری کے لئے اپنی آراء مذاہب اور فاسد اعتقادات کے مطابق کی ہو۔

سیاست کی شرعی حیثیت واہمیت

دوسری چیز جو مذہب میں سیاست کے تصور کے لئے ضروری ہے وہ اس کی شرعی اہمیت ہے۔ انسان کے جملہ مسائل خواہ سیاسیات سے متعلق ہوں یا اقتصادیات سے، معاشرت سے متعلق ہوں یا امور مملکت سے، فرد کے انفرادی مسائل ہوں یا اجتماعی، ان تمام میں اسلام کا ایک فریم ورک موجود ہے، زندگی کے ہر میدان میں اسلام ہمیں رہنما اصول فراہم کرتا ہے، جن کی روشنی میں ہم اپنی زندگی بہترین انداز میں گزار سکتے ہیں۔ انہی رہنما اصولوں کی روشنی میں جب کوئی معاشرہ وجود میں آتا ہے، وہ اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔ اس اسلامی معاشرے میں حکام اور ایک صالح اسلامی حکومت مسلمانوں کے لئے کتنی اہمیت رکھتی ہے نیز ان حکام اور اسلامی حکومتوں میں اصلاح کی کوششیں کس اہمیت کی حامل ہیں، اس کا اندازہ ذیل کے اقوال وروایات سے لگایا جاسکتا ہے، اور پھر ان کی روشنی میں سیاست کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔

منذری کہتے ہیں:

"السلطان ظل الله يأوى إليه كل مظلوم من عباده". [23]

(ترجمہ): (عادل) بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ (کی رحمت) کا سایہ ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم (اپنے حق کے حصول کے لئے) پناہ لیتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔

کنز العمال میں لکھا ہے:

"الإسلام والسلطان أخوان توأمان لايصلح واحد منهما الا بصاحبه فان السلام أساس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

والسلطان حارس وما لا أساس له ينهدم ومالا حارس له ضائع''.[24]

(ترجمہ): اسلام اور عادل حکمران دو جڑواں بھائی ہیں, ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اسلام اساس اور بنیاد ہے اور حکمران محافظ و چوکیدار اور جس چیز کی بنیاد نہ ہو، وہ گر جاتی ہے اور جس کا محافظ و نگہبان نہ ہو، وہ ضائع ہونے والی ہے۔

اسی مضمون کو کعب بن الاحبار نے بھی بیان کیا ہے: کعب الاحبار کا انداز اس مضمون کے بیان کرنے میں تمثیلی ہے، لکھتے ہیں:

''مثل الإسلام والسلطان والناس كمثل الفسطاط والعمود والأطناب والأوتاد: فالفسطاط: الإسلام والعمود: السلطان والأطناب والأوتاد: الناس، لا يصلح بعضها الا ببعض''.[25]

(ترجمہ): اسلام، عادل بادشاہ اور لوگوں کی مثال خیمہ، ستون اور رسیوں کی سی ہے، پس خیمہ اسلام ہے، ستون بادشاہ اور رسیاں عوام الناس ہیں، ان میں سے ہر ایک کی تکمیل دوسرے سے ہوتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

''والله ما يضع الله بسلطان أعظم مما يضع بالقرآن''.[26]

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے مقابلے میں سلطان عادل کو گناہوں سے روکنے کا بڑا ذریعہ بنایا۔

مطلب یہ کہ قرآن کریم کی تعلیمات و احکامات بیان کرنے کے مقابلہ میں بادشاہ عادل کے ذریعہ بد فطرت لوگوں کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بادشاہ قوت کا مالک ہوتا ہے اور جس دعوت کے پیچھے قوت ہوتی ہے وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ محسوسات میں ہم اس کا مشاہدہ روزمرہ کرتے رہتے ہیں۔ بڑے شہروں میں چوراہوں پر سرخ اور سبز بتیاں نصب ہوتی ہیں۔ سرخ بتی جب جلتی ہے۔ تو آن کی آن میں سینکڑوں نہیں ہزاروں گاڑیاں رک جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اس سرخ بتی کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے یہ ساری گاڑیاں رک جاتی ہیں، قیمت میں تو یہ بہت سستی ہوتی ہے لیکن پھر بھی اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ ہزاروں گاڑیوں کو روک لیتی ہے، وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے پیچھے ایک سیاسی قوت ہوتی ہے جو اس بتی کی دعوت کو مضبوط کر لیتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی دعوت کے پیچھے کوئی سیاسی قوت نہ ہو، وہ مضبوط نہیں ہوتی لیکن جب اس کے پیچھے سیاسی قوت آ جاتی ہے تو پھر وہ مضبوط ہو جاتی ہے اور ہر کوئی اس کے آگے سر تسلیم خم ہو جاتا ہے، اگر ہم انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں، ان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو بھی ہم پر یہ حقیقت کھل جائیں گی کہ سیاسی قوت حاصل ہونے سے پہلے ان کی دعوت کس طرح تھی اور سیاسی قوت آنے کے بعد ان کی دعوت کی کیا پوزیشن بن گئی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دور کا مطالعہ کریں اور پھر مدنی دور کا مطالعہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

کریں تو دونوں کے درمیان واضح فرق نظر آجائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیاست کا شریعت میں کیا اہمیت ہے۔

سیاست کے مفہوم اور اس کی اہمیت کی وضاحت کے بعد ادیان ثلاثہ میں اس کے تصور کی طرف آتے ہیں، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث کئے گئے ہیں اور ہر ایک نبی و رسول کا اپنا دین، اپنی شریعت اور اپنا مذہب ہوتا تھا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ متقدمین و متاخرین انبیاء علیہم السلام کا دین صرف اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور ان انبیاء کے ادیان حرف، صورت اور ظاہری لحاظ سے جدا ہیں، لیکن روح اور حقیقیت سب کی ایک ہے۔ ان ادیان سماویہ کی تعبیر سامی مذاہب سے کی جاتی ہے اور ان میں مروجہ مذاہب روئے زمین پر صرف تین ہیں جو کہ اسلام، یہودیت اور عیسائیت ہیں۔ اور ان تینوں میں سیاست کا تصور پایا جاتا ہے جس پر ہم تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

یہودیت میں سیاست کا تصور

سیاست کے مفہوم میں یہ بیان ہو چکا کہ سیاست بمعنی خاص تعزیر کے مترادف ہے اور سیاست بمعنی عام جملہ احکام شرعیہ کا نام ہے، مذہب میں سیاست کے تصور پر بحث میں اسی تناظر کو مد نظر رکھنا ہوگا۔

یہودیت میں سیاست کے تصور سے پہلے دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے، پہلی بات یہ کہ کسی بھی نظریہ، فکر اور دعوت کی نشر و اشاعت اور تقویت کے لئے قوت ضروری ہے اور صرف قوت بھی کافی نہیں بلکہ قوی، مخلص اور نظریاتی متبعین کی بھی ضرورت ہے، جن کے توسط سے اس نظریے، فکر اور دین کی دعوت عوام میں عام ہو اور اس کی حاکمیت پیدا ہو، یہی درس ہمیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دور سے ملتا ہے، جہاں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنے والے نظریاتی صحابہ تیار ہوئے۔

یہودیت کی ترویج و تشہیر، اشاعت اور حاکمیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے ذریعے بنی اسرائیل کو جمع کی اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک بنی اسرائیل کے ساتھ سیاسی قوت نہ تھی وہ نہ تو اطمینان کے ساتھ عبادت کر سکتے تھے اور نہ ہی اپنے فکر کی کھلے عام دعوت دے سکتے تھے، ان کی حالت وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

> " وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ۔"[27]

> (ترجمہ): اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے رہائی دی تو تم بڑا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح رتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

لیکن جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو فرعون کی جبر و بربریت سے نکالا ان کو

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

مقام سیناء پر لے آئے اور وہاں حکومت بنائی جو کہ دعوت کے لئے ضروری ہے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی شرکت کا مطالبہ کیا:

" وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي''.[28]

(ترجمہ): اور مجھ کو میرے اہل میں سے ہاتھ بٹانے والا دے، ہارون میرا بھائی، اس سے میری کمر کو مضبوط فرما اور اس کو میرے کام میں شریک فرما۔

درخواست منظور ہوئی، ہارون علیہ السلام کو شریک کار بنایا گیا اور اعلان ہوا:

"قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى''.[29] یعنی اے موسیٰ تجھے اپنا مسؤل دیا گیا ہے۔

تو جب حکومت قائم ہو گئی، دعوت میں قوت آگئی اور عبادت میں اطمینان آگیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس حکومت اور اس طرح عمل کو علامہ عبدالغفار عزیز نے یوں بیان فرمایا ہے:

''فكان موسى عليه السلام قائدا سياسياً ودينياً ومشرعا يحكم بين أتباعه ورعاياه وأدواته بما أنزل الله''.[30]

(ترجمہ): پس حضرت موسیٰ علیہ السلام دینی اور سیاسی قائد تھے اور اپنے تابع فرمان اور حکومت کے لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ شریعت اور احکام کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کیا تھے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے، اس بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

''كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا''.[31]

(ترجمہ): ہم نے لکھا بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو۔

اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ''[32]

(ترجمہ): اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھا جائے یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں یا ان کو ملک بدر کیا جائے، یہ دنیا میں ان کی رسوائی کے لئے ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اسی سورۂ مبارکہ میں آگے جا کر لکھتے ہیں:

''وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ''[33]

(ترجمہ): اور ہم نے لکھا (فرض کیا تھا) ان پر اس کتاب (تورات) میں کہ جی کے بدلے جی، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر، پھر جس نے معاف کیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

سیاست بمعنی خاص اگر تعزیر کے مترادف ہے اور بمعنی عام احکام شرعیہ کا نام ہے تو پھر مذکورہ بالا آیت کریمہ سے دین موسوی میں سیاست کا تصور کتنی صراحت کے ساتھ اخذ ہو رہا ہے۔

علامہ عبدالغفارؒ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیاسی عفالیت کے حوالے سے مزید تحریر لکھتے ہیں:

''ولقد أسس موسیٰ علیه السلام حیشا ودربه علی حمل السلاح استعدادا لرد العدوان و دفاعا عن أنفسهم ووظنهم''.[34]

(ترجمہ): اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک فوج تشکیل دی اور اس کو اسلحہ کا طریقہ استعمال بتایا تاکہ اس میں دشمن کو مار بھگانے کا استعداد اور اپنی جان اور وطن کے دفاع کا استعداد پیدا ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیاسی فعالیت کے حوالے سے اگر تاریخ ابن خلدون پر نظر ڈالی جائے تو علامہ عبدالغفارؒ کے اس عبارت کی وضاحت باوجود تقدیم زمانہ کے اسی میں ملے گی۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''وقد جاؤوا إلی موسی علیه السلام بإحصاء بنی اسرائیل من یطیق حمل السلاح منهم ابتداء من سن العشرین فما فوق فوجدهم ست مأة ألف أو یزیدون، ضرب علیهم الغزو ورتب المصاف والمیمنة والمیسرة وعین مکان کل سبط فی التبعیة وجعل التابوت والمذبح فی القلب وعین لخدمتها بنی لاوی من أسباطهم وأسقط عنهم القتل لخدمة القبة''.[35]

(ترجمہ): بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ان گنے چنے جوانوں کو لے آئے جو اسلحہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

اٹھانے کی طاقت رکھتے تھے اور ان کی عمر بیس سال یا اس سے زیادہ تھی اور تعداد چھ لاکھ یا زیادہ تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر جہاد فرض کیا اور صفیں بنا کر میمنہ اور میسرہ مرتب کیا، اور ان کے پیچھے ہر قوم اور قبیلے کے لئے اپنی اپنی جگہ متعین کی اور تابوت اور مذبح کو قلب میں رکھا اور کے قبیلوں میں بنی لاویٰ کو خدمت کے لئے مقرر کیا اور تابوت کے خیمہ کی خدمت کی وجہ سے ان سے جنگ کو ساقط کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی حکمرانی کا یہ سلسلہ جاری رہا، انبیاء علیہم السلام ان کے امور کے ذمہ دار ہوتے تھے، جس طرح امراء اور والی رعیت کے امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت ہمیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ملتی ہے:

''کانت بنو إسرائیل تسوسهم الأنبیاء کلما مات نبی خلفه آخر وآنا خاتم النبیین لا نبی بعدی''.[36]

(ترجمہ): بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے، جب بھی کوئی نبی دنیا سے رخصت ہوتے تو ان کی جگہ دوسرے نبی تشریف لاتے اور میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا تمام تر عبارات اور دلائل کے بعد یہودیت میں سیاست کے تصور سے انکار کی گنجائش نہیں رہ پاتی۔

عیسائیت میں سیاست کا تصور

دین سماوی ہونے کے ناطے جس طرح یہودیت میں سیاست کا تصور پایا جاتا ہے، اسی طرح دین سماوی ہونے کے ناطے عیسائیت میں بھی سیاست کا تصور پایا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

''وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ''.[37]

(ترجمہ): اور چاہئے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتارا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی نافرمان ہیں۔

آیت کریمہ سے صراحتًہ یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ انجیل احکامات الٰہیہ پر مشتمل تھی اور ان احکامات کا ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری تھا، چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''والآیة تدل علی أن الإنجیل مشتمل علی الأحکام وأن عیسی علیه السلام کان مستقلاً بالشرع ماموراً بالعمل بما فیه من الأحکام قلت أو کثرت''.[38]

(ترجمہ): آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انجیل احکام پر مشتمل تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

السلام شریعت میں مستقل اوران احکام پر عمل کرنے میں مامور تھے خواہ احکام کم ہوں یا زیادہ۔

سورہ مائدہ میں ارشادِ باری ہے:

''وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ''.[39]

(ترجمہ): اور پیچھے بھیجا، ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو، تصدیق کرنے والا تورات کی، جو آگے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل، جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب تورات کی۔

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''أی متبعا لها غیر مخالف لما فیها الا فی القلیل مما بین لبنی اسرائیل بعض ماکانوا یختلفون فیه''.[40]

(ترجمہ): یعنی انجیل تورات کے تابع تھی اور اس کے مضامین کے مخالف نہ تھی مگر کچھ ان احکام میں، جو بنی اسرائیل کے لئے بیان ہوئے تھے، جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انجیل تورات کے تابع تھی اور اس کے مضامین ایک دوسرے سے مختلف اور مخالف نہ تھے اور اس کی تصدیق کرنے والی کتاب بھی تھی اور تورات میں تو احکام نازل ہوئے تھے جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا۔

'' وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ الخ [41]

(ترجمہ): اور ہم نے ان (یہودیوں) پر اس (کتاب تورات) میں فرض کیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ---------الخ

اور یہ جتنے بھی احکام تھے، سب دینوی احکام و تشریعات تھے، لا محالہ انجیل میں بھی وقت کے تقاضوں کے مطابق اسی طرح ہی کے احکام نازل ہوئے ہوں گے اور وہ احکام واجب الاتباع بھی ہوں گے جیسا کہ پچھلی آیت کریمہ سے اس کی وضاحت ہو گئی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ سیاست بمعنی عام احکام الٰہیہ کا نام ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عیسائیت میں بھی سیاست کا تصور پایا جاتا ہے۔

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حکومت کی بنیاد ڈالی تھی اور نہ ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ایک عالمگیر ریاست کی داغ بیل ڈالی تھی تو پھر کیوں کر ہم عیسائیت میں سیاست کا تصور کر سکتے ہیں؟ اس سوال کا ایک سادہ جواب یہ کہ ریاست کی تشکیل کے لئے امور ضروریہ میں بنیادی امور دو ہیں:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

۱۔ فکری و نظریاتی ساتھی ۲۔ایک مضبوط نظام وادارہ

اب اگر ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے ساتھی میسر آئے اور نہ ہی مدمقابل ایسا مضبوط نظام تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس قسم کے ساتھیوں کا فقدان تھا، ایسے ساتھی جو اپنی مشن کے ساتھ مخلص بھی ہوں، اپنے پروگرام کے ساتھ فکری و نظریاتی وابستگی بھی ہو اور اپنے قائد کے تابع بھی ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کی رسالت کا زمانہ بہت قلیل تھا، لہٰذا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ریاست کی تشکیل میں معذور تھے اگرچہ اس کے مذہب میں سیاست کا پورا تصور موجود تھا۔

ریاست کی تشکیل کے لئے دوسری ضروری چیز پیغمبر کے پروگرام کے مقابلے میں کسی مضبوط پروگرام کا ہونا ہے تو پھر اس مخالف نظام، نظریے، پروگرام اور فکر کی بیخ کنی کے لئے اس کے مقابلے میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس مخالف پروگرام اور نظریے و نظام کو ختم کرکے اس کی جگہ اسلامی نظام و پروگرام کو ترویج دی جائے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ رسالت میں ایسا مقابل اور مخالف پروگرام بھی نہیں تھا، بلکہ سب لوگ اہل کتاب تھے اور مقصود ان کی بیخ کنی نہ تھی بلکہ مقصود ان کی اصلاح اور تہذیب نفس تھی اور اس چیز کے لئے ریاست کی تشکیل ضروری نہیں تھی حتی کہ ہم اعتراض کر بیٹھیں کہ اس نے ریاست کا قیام کیوں نہیں کیا؟ اور پھر اسی کو دلیل بنا کر عیسائیت میں سیاست کے تصور سے انکار کر بیٹھیں۔

اسلام میں سیاست کا تصور

درجہ بالا میں قرآنی تصریحات اور اکابرین کی تعلیمات کی روشنی میں دو چیزوں کا صراحةً وتفصیلاً اثبات کیا گیا ہے کہ سامی مذاہب (یہودیت، عیسائیت اور اسلام) کی اساس اور بنیاد ایک ہے اور یہودیت وعیسائیت دینی و دنیوی امور اور احکام پر مشتمل ہیں تو نتیجتاً یہ بات خود بخود ثابت ہو گئی کہ اسلام دینی و دنیوی اور احکام پر مشتمل ہے، اس لئے کہ اسلام تو ادیان سابقہ کی تصدیق کرنے والا مذہب ہے۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کو تو دین کہیں، لیکن حدود و قصاص کی تنفیذ اور خلافت کے قیام کو دین سے بالاتر کوئی دنیوی امر اور خالصةً سیاسی مسئلہ ٹھہرائیں۔

اگر ہم نماز کو دین کہیں اور اس کو ایک اہم فریضہ خیال کرتے ہوئے عوام الناس پر اس کے اہتمام کی ذمہ داری کو نگران کی فریضہ قرار دیں تو ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا:

"أربعة إلى السلطان الصلوة والزكاة والحدود والقصاص". [42]

(ترجمہ): چار چیزیں یعنی نماز، زکوۃ، حدود اور قصاص سلطان کے فرائض میں داخل ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ جس طرح نماز اور زکوۃ دین ہے، اسی طرح حدود اور

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

قصاص کی تنفیذ بھی دین ہے اور جس طرح اقامت صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کا اہتمام حاکم وقت کی ذمہ داری ہے، اسی طرح ان کے نفاذ کی ذمہ داری بھی حاکم وقت ہی کی ہے۔ اسی طرح دوسری عبادات روزے اور حج کو لے لیں، اگر ہم ان کو دین کا ایک اہم فریضہ تصور کریں اور ان کے دین ہونے پر قرآنی تصریحات اور نبوی تعلیمات سے دلائل پیش کریں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم زنا، چوری، شراب خوری اور قتل و قتال کی خاص خاص سزاؤں کی تنفیذ کو دین کا حصہ قرار نہ دیں؟ جن قرآنی و نبوی تعلیمات سے ہمیں روزے اور حج کے دین ہونے کا ثبوت ملتا ہے، انہیں قرآنی نبوی و تعلیمات سے ہمیں ان سزاؤوں کے نفاذ کے دین ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے تو پھر کس طرح ہم دین کو سیاست اور سیاست کو دین سے جدا کریں؟ اور دین میں سیاست کے تصور سے انکار کریں؟ اسی تصور کو شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے بھی پیش کیا ہے۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی [43]

مفتی محمد تقی عثمانی نے اس کے لئے ''مكانة السياسة في الإسلام'' کے نام سے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت لکھا ہے:

''قد اشتهر عن النصارىٰ أنهم يفرقون بين الدين والسياسة بقولهم المعروف ''دع ما لقيصر لقيصر وما لله لله'' فكان الدين لا علاقة له بالسياسة والسياسة لا ربط لها بالدين وإن هذه النظرية الباطلة قد تدرجت إلى أبشع صورها فى العصور الأخيرة باسم ''العلمانية'' أو ''سيكولرازم'' التى أخرجت الدين من سائر شؤون الحياة حتى قضت عليه بتاتا''.[44]

(ترجمہ): یہ بات مشہور ہے کہ عیسائی دین اور سیاست میں فرق کرتے ہیں، اپنے اس مشہور قول کے ذریعے کہ قیصر کے لیے وہی ہے جو قیصر کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے گویا کہ دین کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں اور سیاست کا دین سے کوئی ربط نہیں، یہ نظریہ تدریجاً ترقی کرتے کرتے گذشتہ زمانہ میں "علمانیت" یا "سیکولزم" کی شکل اختیار کر گیا، جس نے زندگی کے تمام شعبوں سے دین کو نکال دیا، یہاں تک کہ یہ حتمی فیصلہ دے دیا کہ دین زندگی کے تمام شعبوں سے جدا ہے۔

مفتی تقی عثمانی کے مطابق دین اور سیاست کے درمیان فرق مفاد پرست عیسائیوں کی ایجاد ہے، اصل مذہب عیسائیت میں سیاست کا تصور موجود ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے، لیکن بعد میں آنے والوں نے اپنی مفادات کے پیش نظر اصل عیسائیت کا رخ موڑ دیا اور سیاست کو دین سے جدا کر دیا، مفتی تقی کا مقصود اس عبارت

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

سے یہ ہے کہ سیاست اور دین میں فرق اسلام کا مزاج نہیں بلکہ اسلام میں سیاست دین سے جدا نہیں۔

بہر حال اسلام ایک سامی مذہب ہے اور دیگر سامی مذاہب کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ بطریق اکمل اس میں سیاست کا تصور پایا جاتا ہے، اس لئے کہ اسلام کو سابقہ مذاہب کی تصدیق کرنے والا مذہب قرار دیا گیا ہے:

''وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ ''۔[45]

(ترجمہ): اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب، سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان سو تو حکم کر ان میں، موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ تعالیٰ نے۔

آیت کریمہ کے اس حصہ میں تین چیزوں کا بیان ہوا ہے:

۱۔ قرآن کریم سابقہ کتب کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے

۲۔ قرآن کریم سابقہ کتب کے مضامین کی نگہبان کتاب ہے۔

۳۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق ہو گا۔

ان تینوں امور پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دیگر سامی مذاہب کی طرح اسلام میں سیاست کا تصور پایا جاتا ہے کیونکہ کتب سابقہ میں سیاست کا تصور موجود ہے اور قرآن اس کی تصدیق کرنے والی اور ان کے مضامین کی نگہبان ہے۔ نیز ارشاد ہوتا ہے:

" الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا".[46]

(ترجمہ): آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام بطور دین پسند کر دیا۔

یہ آیت مذکورہ بالا تصور کی تکمیل کر رہی ہے کہ اسلام میں سیاست کا تصور بطریق اکمل ہے اور جب ایسا ہے کہ اسلام سابقہ مذاہب کی تصدیق کرتا ہے اور دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ سابقہ مذاہب دینی اور دنیوی امور و احکام پر مشتمل تھے تو اسلام بھی دینی اور دنیوی امور و احکام پر مشتمل ہو گا، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

'' يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالأُنثَى بِالأُنثَى'' ------[47]

(ترجمہ): اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے قصاص مقتولوں میں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔۔۔۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

'' وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا جَزَاء بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّهِ ---الخ''.[48]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

(ترجمہ): اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔

اسی طرح اور بھی بہت سی آیات کریمہ جو اس قسم کے احکام پر مشتمل ہیں۔اس کے باوجود بھی اگر ہم سیاست کو خالصتاً ایک دنیوی معاملہ قرار دیں اور دین کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور ربط تسلیم نہ کریں تو پھر آدھے قرآن پر تو عمل ہو جائے گا۔ لیکن آدھا قرآن بغیر عمل کے رہ جائے گا اور یہی حال احادیث مبارکہ اور تعلیمات فقہاء کا ہو گا۔

سامی مذاہب میں سیاست کے تصور پر تفصیلی بحث کے بعد چند ایک امور کی وضاحت ناگزیر ہے:

۱۔ سیاست کو دین سے جدا ماننے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

۲۔ سیاست کو دین سے جدا ماننے کا شرعی حکم

سیاست کو دین سے جدا ماننے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

دین اور سیاست میں فرق عیسائیوں کی پیداوار ہے اور ان کا یہ فاسد نظریہ مسلمانوں میں اس قدر پروان چڑھا ہے کہ اب عامتہ المسلمین کا نظریہ یہ ہے کہ سیاست اور دین دو الگ الگ چیزیں ہیں، جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور مدعی سست گواہ چست کا نمونہ بن کر اس غلط فاسد اور دین سے دور کرنے والے نظریے پر دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے استدلال عموماً ان آیات کریمہ سے کرتے ہیں، جو مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام سے پہلے مشرکین مکہ کے مظالم کے مقابلے میں بطور تسلیہ نازل ہوئیں۔ چنانچہ مختلف مقامات پر مختلف ارشادات فرمائے گئے۔

ایک جگہ ارشاد ہوا:

’’وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا‘‘.[49]

(ترجمہ): اور ہم نے تم کو خوشخبری اور ڈر سنانے والا ہی بھیجا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

’’ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ‘‘.[50]

(ترجمہ): پس نصیحت کیجئے پختہ بات ہے آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں آپ ان پر نگہبان نہیں ہیں۔

اور کہیں بطور تسلیہ ارشاد ہوتا ہے:

’’ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ‘‘[51]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochirs-v1i1522017

(ترجمہ) : پس ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا، تمہاری ذمہ داری تو پہنچانا ہی ہے۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی بشارت، انذار، تذکیر اور تبلیغ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں حکومت وسیاست نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ تاہم جیسا کہ ہم نے اس بحث میں ثابت کیا ہے کہ احکام دو طرح (انفرادی اور اجتماعی) ہوتے ہیں، جو احکام انفرادی طور پر نافذ ہوتے ہیں، ان کے لئے قوت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جو احکام اجتماعی نوعیت کے ہیں، ان کے نفاذ کے لئے سیاسی قوت کی اشد ضرورت ہوتی ہے، اگر سیاسی قوت نہ ہو تو اس قسم کے احکام نافذ العمل نہیں ہو سکتے، اسی سیاسی قوت کی قیادت خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور اس کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا:

'' إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ الله ''.[52]

(ترجمہ) : بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب بھیجی سچی تاکہ تم انصاف کرو (فیصلہ کرو) لوگوں کے درمیان (اس کے مطابق) جو کچھ سمجھادے تجھ کو اللہ تعالیٰ۔

اگر ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے جائیں اور مدنی دور کو مد نظر رکھتے جائیں تو دین عین سیاست اور سیاست عین دین نظر آتا جائے گا۔

'' فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ ''.[53]

(ترجمہ) : پس اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑ پڑو، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔

'' وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ ''.[54]

(ترجمہ) : اور جب فیصلہ کرو تم لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف کے ساتھ

''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ''.[55]

(ترجمہ) : اور روا نہیں مسلمان مرد یا عورت کے لئے جب فیصلہ کرے اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا، کہ ان کو اختیار ہو اپنے کام کا۔

یہ چند آیات کریمہ اس بات پر دلیل ہیں کہ قرآن کریم کے سارے احکامات کا تعلق توحید اور عبادات سے ہی نہیں بلکہ سیاست اور نظام حکومت سے بھی ہیں۔ اب اگر ہم صرف توحید، عبادات، تبشیر، انذار اور تذکیر و تبلیغ پر دلالت کرنے والی آیات کریمہ کو مانیں اور اسلام کے سیاسی نظام پر دلالت کرنے والی آیات کریمہ کو دین ماننے سے انکار کریں تو کیا یہ قرآن کریم کے بعض حصے سے انکار نہیں ہوگا، اور قرآن سے انکار خواہ کلاًّ ہو یا بعضاً کفر ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

کوئی بھی صاحب عقل اور ذی شعور انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود لوگوں کو زراعت، صناعت اور تجارت وغیرہ کے امور سکھلانا تھا اور نہ ہی ان چیزوں کا دین سے کوئی تعلق ہے، باقی رہے وہ امور جن کا تعلق نظام حکومت ہے ان کے قواعد خود رب کائنات نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائے تھے۔

سیاست کو دین سے جدا ماننے کا شرعی حکم

اب رہی یہ بات کہ شرعی نقطہ نگاہ سے سیاست کو دین سے جدا ماننے کا کیا حکم ہے؟ اس حوالے سے تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''وإن هذه النظرية فی الحقيقة نوع من أنواع الشرک بالله من حيث أنها لا تعترف للدين سلطة فی الحياة المادية وإنما تقتصر سلطة الدين علی رسوم وعبادات يمارسها المرء فی خلوته أو معبده فكان الأله ليس إلها الا فی العبادات والرسوم وما الأمور الدنيوية فلها إله أخر''.[56]

(ترجمہ): یہ نظریہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی ایک قسم ہے، اس لئے کہ یہ نظریہ مادی زندگی میں دین کے لئے اختیار کا قائل نہیں، بلکہ اس نظریے کے حاملین دین کا اختیار عبادات اور رسوم تک محدود مانتے ہیں، جو انسان خلوت اور عبادت گاہوں میں کرتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کی خدائی صرف عبادات اور رسوم تک محدود ہے اور دنیوی امور کے لئے دوسرا معبود ہے۔

اسی بات کو بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولذلك لم يزل المسلمون الراسخون يردون علی هذه النظرية الزائفة فی كل زمان ومكان، لأنه لا مجال لها فی الإسلام الذی يؤمن بعقيدة التوحيد فی أصح تعبيراتها وأكمل صورها والذی قرر الأحكام الإلهية فی جميع شؤون الحياة بما فيها السياسة والاقتصاد، فكان من واجب أهل العلم المسلمين أن يرفضوا هذه النظرية ويردوا عليها رداً علميا مناسبا''.[57]

(ترجمہ): اور اسی وجہ سے محققین علماء نے اس غلط نظریے کا ہر وقت اور ہر جگہ میں رد کیا ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کے نظریے کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، جو صحیح تعبیر اور اکمل صورت کے اعتبار سے عقیدہ توحید کی تصدیق کرتا ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں بشمول سیاست واقتصاد کے احکام الٰہی کو ثابت کرتا ہے، پس علماء پر واجب تھا کہ وہ اس نظریہ کو چھوڑ دیں

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

اور علمی انداز میں مناسب طریقہ سے اس پر رد کریں۔

مفتی محمد تقی عثمانی کی یہ عبارت اپنے مقصد (سیاست کو دین سے جدا ماننے کی شرعی حیثیت) کو بیان کرنے میں اتنی صریح ہے کہ نہ مزید اس کی تشریح کی ضرورت ہے اور نہ ہی تفصیل کی۔ البتہ اگر اسے بنظرِ دقیق دیکھا جائے تو اشارۃً اور ضمناً ان لوگوں کی شرعی حیثیت بھی از خود معلوم ہو جاتی ہے جو اس باطل نظریے کے قائل ہیں یا اس کا پرچار کر رہے ہیں۔

حواشی حوالہ جات

1 ماوردی، علی بن محمد بن محمد، أبوالحسن، تسهيل النظر وتعجيل الظفر فی أخلاق الملك، ص۱۵۰، دارالنهضة، العربية، بيروت، 2001

2 المرتضی، علی، نهج البلاغة، باب خطب أمير المؤمنين، تحقيق: صبحي صالح، ج2، ص: 124، دار صادر، بيروت، 1992

3 عبدالغفار، الدين والسياسية فی الأديان الثلاثة، ص: 213

4 أيضاً، ص: 214

5 إبراهيم، المصطفی، المعجم الوسيط، ص ۳۷۲، ناشر، مكتبة المرتضوی

6 العنبری، خالد بن علی، فقه السياسة الشرعية، ص: 133

7 المنجد، ص: ۳۶۲، مكتبة دارالمشرق، بيروت، ۱۹۹۷

8 أيضاً

9 الإمام، أحمد بن حنبل، مسند إمام أحمد، رقم ۲۶۸۷۲، موسسة الرسالة، بيروت

10 کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ص: ۸۲۲، إدارۂ اسلامیات، لاہور

11 الغزالی، محمد بن محمد، أبو حامد، إحياء العلوم، ج ۵، ص: ۱۳، دارالمعرفة، بيروت

12 ابن خلدون، عبدالرحمن ، مقدمة ابن خلدون ج ۱، ص: ۸۰، المطبعة الشرفية، بيروت

13 أصفهانی، راغب، الذريعة إلی مكارم الشريعة، ص ۸۵، دار إسلام، قاهرة، مصر

14 محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم، حجۃ اللہ البالغۃ، ج ا، ص: ۸۶، دار الجیل، بیروت

15 تاج، عبد الرحمن، السياسة الشرعية والفقه الاسلامي، ج1، ص: 145، دار المعرفة، بيروت، 1997ء

16 علی أصغر، دروس الفاتحة من إفادات شمس الحق افغانی، ص: 215

17 شامی، ابن عابدين، ردالمحتار، ج ۴، ص : ۱۵، دارالفكر، بيروت

18 مصری، ابن نجيم، بحرالرائق، ج ۵، ص: ۱۷، دارالكتب العلمية، بيروت

19 خطيب، محمد بن أحمد، مغنی المحتاج، ج ۴، ص: ۱۷، دارالكتب العلمية، بيروت

20 ابن قيم، علامة، الطرق الحكمية، ص ۲۹، دار عالم الوائد، مكة المكرمة

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

21 شامی، ابن عابدین، ردالمحتار، ج ۴،ص ۱۵، دارالفکر، بیروت

22 ابن قیم، الطرق الحکمية، ص ۲۹، دار عالم الوائد، مكة المكرمة

23 منذری، الترغيب والترهيب، ج: 2، ص: 228

24 الهندي، على ، علاؤ الدين، كنزالعمال، رقم ۱۴۶۱۳، دار صادر، بيروت

25 أحمد بن محمد، ابن عبد ربه، القعدالفريد، ج ،1 ص: ۱۰، دارالكتب العلمية، بيروت

26 الهندى، علاؤالدين على بن حسام الدين، كنزالعمال، رقم ۱۴۲۸۴، موسسة الرسالة، بيروت

27 البقرة، ۴۹:۲

28 طه، ۲۹،۳۰،۳۱،۳۲:۲۰

29 أيضا، ۳۶:۲۰

30 عزيز، عبدالغفار، الدين والسياسة فی الأديان الثلاثة، ص: 201

31 المائدة، ۳۲:۵

32 أيضا، ۳۳:۵

33 أيضا، ۴۵:۵

34 عزيز، عبدالغفار، الدين والسياسة فی الأديان الثلاثة، ص: 211

35 ابن خلدون ، عبدالرحمن ، تاريخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۹۷، دارالفکر، بیروت

36 الصحيح البخارى، رقم ۳۲۸۲، دار ابن كثير، بيروت

37 المائدة، ۴۷:۵

38 آلوسى، روح المعانى، ج2 ، ص: 97

39 المائدة، ۴۵:۵

40 ابن كثير، تفسير ابن كثير، ج۳، ص: ۱۲۶، دارالطيبة للنشر والتوزيع، بيروت

41 المائدة، ۴۵:۵

42 المرغينانى، برهان الدين، الهداية، كتاب الحدود، ج5، ص: 311

43 ڈاکٹر، محمد اقبال، کلیات اقبال، ص: 126، ادارہ اقبالیات، 1998ء

44 عثمانى، محمد تقى، تكملة فتح الملهم، ج6، ص: 133

45 المائدة، ۴۸:۵

46 أيضا، ۳:۵

47 البقرة، ۱۲۸:۲

48 المائدة، ۳۸:۵

49 الإسراء/بنى اسرائيل، ۱۰۵:۱۷

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Volume 1 | Issue 1 |June-December 2017
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i1522017

50 الغاشية، ٢١،٢٢:٨٨

51 الشوریٰ، ٤٨:٤٢

52 النساء، ١٠٥:٤

53 أيضا، ٥٩:٤

54 أيضا، ٥٨:٤

55 الأحزاب، ٣٦:٣٣

56 عثمانی، محمد تقی، تکملة فتح الملهم، ج 6 ، ص: 355

57 أيضا، ص: 355

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).